السلام علیک یا فاطمۃ الزہراء

فرزندانِ حضرتِ زہراء سلام اللہ علیہا

(کوئز: برائے محبین)

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

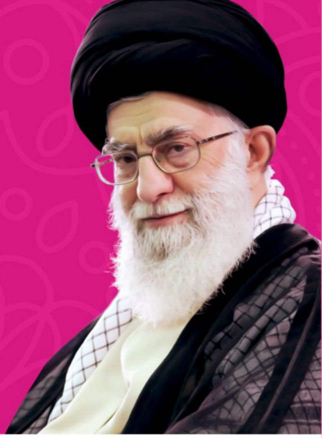

رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ

سید علی خامنہ ای (حفظہ اللہ) نے فرمایا:

حضرتِ زہرا سلام اللہ علیہا سادہ زندگی گزارنے کے اصولوں کو اپنے بچوں کے اذہانِ مبارک میں پوری طرح راسخ فرمایا کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے بچوں کو سختیوں سے نمٹنے کا درس دیا آپ نے اپنے بچوں کو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنے کی تربیت دی۔ یہاں تک کہ جب ایک بار امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام بیمار ہوئے تو آپ کے خاندان نے نذر مانی کہ اگر انہوں نے شفا پائی تو وہ تین دن روزہ رکھیں گے۔ نیز اس واقعہ میں افطار پر تین دن ایثار کیا گیا اور کھانا خدا کی راہ میں دے دیا گیا یوں ایثار کی اعلیٰ مثال قائم کردی۔

المہدی عج ادارۂ تربیت اسلامی

آئی ایس او پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنۡ لِوَلِیِّکَ الۡحُجَّۃِ بۡنِ الۡحَسَنِ

صَلَوَاتُکَ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آبَائِہٖ فِیۡ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ

وَفِیۡ کُلِّ سَاعَۃٍ وَلِیًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَ

دَلِیۡلاً وَعَیۡنًا حَتّٰی تُسۡکِنَہٗ اَرۡضَکَ طَوۡعًا وَ

تُمَتِّعَہٗ فِیۡھَا طَوِیۡلاً

فرزندانِ زہراء سلام اللہ علیہا

(کوئز: برائے محبین)

❁---❁---❁---❁---❁

المہدی (عج) ادارۂ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان

فہرست

فرزندانِ زہراء سلام اللہ علیہا ـــــــــــــــــــــــــــــ ۵
حضرت امام حسین علیہ السلام ـــــــــــــــــــــــــــــ ۵
حضرت امام حسین علیہ السلام کے مختصر حالات زندگی ـــــــــــــــــــ ۵
۱) اخلاقی فضائل ـــــــــــــــــــــــــــــ ۶
۲) شجاعت اور دلیر ـــــــــــــــــــــــــــــ ۶
۳) حق کے سلسلہ میں استقامت ـــــــــــــــــــ ۷
۴) استاد کی تعظیم ـــــــــــــــــــــــــــــ ۷
۵) لوگوں میں سب سے زیادہ کریم ـــــــــــــــــــ ۸
۶) سخاوت وتواضع ـــــــــــــــــــــــــــــ ۸
۷) صبر ـــــــــــــــــــــــــــــ ۹
۸) شہادت ـــــــــــــــــــــــــــــ ۹
حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا ـــــــــــــــــــــــــــــ ۱۰
حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ـــــــــــــــــــ ۱۰
حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی ـــــــــــــــــــ ۱۰
کریم وسخی گھرانہ ـــــــــــــــــــــــــــــ ۱۱
حضرت زینب (ع) کی فضیلت ـــــــــــــــــــــــــــــ ۱۲
حضرت زینب سلام اللہ علیہا عالمہ غیر معلمہ ـــــــــــــــــــ ۱۳
حضرت زینب (ع) کا حضرت امام حسین (ع) سے تعلق ـــــــــــــــــــ ۱۳

حضرت زینب (ع) کا زہد وتقوی اور علم وعبادت ــــــــــــ ۱۶
حضرت زینب سلام اللہ علیہا مفسرہ ومحدثہ ــــــــــــ ۱۷
حضرت زینب (ع) کے مصائب ــــــــــــ ۱۷
حضرت ابوالفضل العباس ابن علی علیہ السلام ــــــــــــ ۲۰
ولادت حضرت عباس علیہ السلام ــــــــــــ ۲۱
ذاتی استعداد وتربیت ــــــــــــ ۲۴
جناب عباس علیہ السلام کی نمایاں خصوصیات ــــــــــــ ۲۵
۱) شجاعت ــــــــــــ ۲۵
۲) وفاداری ــــــــــــ ۲۸
۳) ادب ــــــــــــ ۲۹
۴) ایثار وفداکاری ــــــــــــ ۲۹
۵) ولایت پذیری ــــــــــــ ۳۰
۶) اخلاص ــــــــــــ ۳۱
۷) بصیرت ومحکم ایمان ــــــــــــ ۳۱
۸) علمی وعملی جہاد ــــــــــــ ۳۲
۹) اخوت وبرادری ــــــــــــ ۳۲
۱۰) بہترین امتحان ــــــــــــ ۳۳
شہادت ــــــــــــ ۳۳

❁---❁---❁---❁---❁

فرزندانِ زہراء سلام اللہ علیہا

حضرت امام حسین علیہ السلام

انسانی تاریخ میں ابتدا سے آج تک حق و باطل کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئی ہیں لیکن ان تمام جنگوں میں وہ معرکہ اور واقعہ اپنی جگہ پر بے مثل ہے جو کربلا کے میدان میں رونما ہوا، یہ معرکہ اس اعتبار سے بھی بے مثال ہے کہ اس میں تلواروں پر خون کی دھاروں نے، برچھیوں پر سینوں نے اور تیروں پر گلوں نے فتح و کامیابی حاصل کی، اس طرح اس جنگ کا مظلوم آج تک محترم فاتح اور ہر انصاف پسند انسان کی آنکھوں کا تارا ہے جبکہ ظالم ابد تک کے لئے شکست خوردہ اور انسانیت کی نگاہ میں قابل نفرت ہے۔ آیئے اس عظیم شہید کی زندگی اور عظمت کے بارے میں کچھ پڑھتے ہیں۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مختصر حالات زندگی

آپ کا مشہور و معروف لقب "سید الشہداء" ہے۔

پیغمبر کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت با سعادت ۳ شعبان المعظم سن چار ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ کی پرورش سایۂ نبوت، موضع رسالت، اور معدن علم میں ہوئی۔

آپ بھی اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کے تمام بنیادی فضائل میں شریک ہیں یعنی آپ بھی امام ہدیٰ، سیدا شباب اھل الجنہ میں سے ایک ہیں، جن کے لیے نبوت کی زبان اطہر نے ارشاد فرمایا: الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ (حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں) (بحارالانوار ج ٢٥ ص ٣٦٠)

١) اخلاقی فضائل

امام حسین علیہ السلام انسانی فضائل و کمالات اور اسلامی اخلاق کے نمونہ عمل تھے۔ سخاوت، کرامت، عفو و بخشش، شجاعت و بہادری، ظلم و ستم کا مقابلہ آپ کی آشکارا خصوصیات تھیں۔

نقل ہوا ہے کہ روز عاشورا آپ کی پیٹھ پر گھٹوں کے نشان دکھائی دیئے تو اس کا سبب امام سجاد علیہ السلام سے معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا: آپ اپنی پیٹھ پر اناج کی بوریاں لاد کر یتیموں، بیواؤں اور بیکسوں کے گھروں میں پہنچاتے تھے۔

(مناقب ج ٤ ص ٦٦)

٢) شجاعت اور دلیر

امام حسین علیہ السلام نے گویا پوری دنیا کی شجاعت کو اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا۔ آپ اس معمولی اور انگشت شمار دوست و احباب کے ساتھ یزید کے لاکھوں کی تعداد میں لشکر کے مقابلہ میں صف آرا ہو گئے اور جنگ کے یقینی ہونے کے بعد ذرہ برابر خوف و ہراس آپ کے چہرے پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے باوجود کہ اپنی اور اپنے اصحاب کی شہادت پر یقین کامل رکھتے تھے پورے انتظام کے ساتھ اپنی مختصر سی فوج کو تیار کیا اور پورے اقتدار اور دلیری کے ساتھ

جنگ کوقبول کرلیا۔

آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے اعزاء واقرباءاوراصحاب وانصارخون میں غلتیدہ ہوگئےلیکن ہرگز آپ دشمن کے سامنے تسلیم نہیں ہوئے۔اورجب اپنی جنگ کی باری آئی،تو شیر دلاور کی طرح دشمن پر ایسا حملہ کیا کہ ان کی صفوں کر چیرتے ہوئے لاشوں پر لاشے بچھا دیئے۔

۳) حق کے سلسلہ میں استقامت

امام حسین کی اہم اورنمایاں صفت حق کے سلسلہ میں استقامت و پائیداری تھی،آپ نےحق کی خاطراس مشکل راستہ کوطےکیا،باطل کےقلعوں کومسماراورظلم وجورکونیست ونابودکر دیا۔

آپ نے تمام مفاہیم میں حق کی بنیادرکھی،تیر برستے ہوئے میدان کوسرکیا،تاکہ اسلامی وطن میں حق کا بول بالا ہو،سخت دلی کےموج مارنے والےسمندر سے امت کونجات دی جائےجس کے اطراف میں باطل قواعد وضوابط معین کیے گئے تھے،ظلم کا صفایا ہو،سرکشی کے آشیانہ کی فضا میں باطل کے اڈّے،ظلم کےٹھکانے اورسرکشی کے آشیانے وجود میں آ گئے تھے،امام نے ان سب سے روگردانی کی ہے۔

۴) استاد کی تعظیم

عبدالرحمن سلمی نے امام حسین علیہ السلام کے ایک بیٹے کوسورہ حمد کی تعلیم دی،جب اس بیٹے نے امام حسین علیہ السلام کے سامنے اس سورہ کی قرائت کی،تو (خوش ہوکر) استاد کوایک ہزاردیناراورہزار حُلّے عطا کیےاوران کا منہ نایاب درّ سے بھردیا،لوگوں نے ایک دن کی تعلیم

کی وجہ سے اتنا کچھ عطا کرنے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا:

اَیْنَ یَقَعُ هٰذَا مِنْ عَطَائِهِ

جو کچھ میں نے اس کو عطا کیا ہے اس کی عطا کے مقابلے میں کہاں قرار پائے گا؟

(بحارالانوار ج ۴۴ ص ۱۹۰)

۵) لوگوں میں سب سے زیادہ کریم

ایک بادیہ نشین عرب مدینہ میں داخل ہوا اور مدینہ کے سب سے زیادہ کریم شخص کی تلاش کرنے لگا، چنانچہ اس کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام بتایا گیا، وہ عرب مسجد میں آیا اور آپ کو نماز کے عالم میں دیکھا، وہ امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے اس مضمون کے اشعار پڑھے؟

جو شخص آپ کے دروازے پر دق الباب کرے وہ ناامید نہیں ہوگا، آپ عین جود وسخا اور معتمد ہیں، آپ کے والد گرامی طاغوت اور نافرمان لوگوں کو ہلاک کرنے والے تھے اگر آپ نہ ہوتے تو ہم دوزخ میں ہوتے۔

٦) سخاوت وتواضع

ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ کئی بچے ملکر روٹی کا ایک ٹکڑا مل بانٹ کر کھا رہے ہیں ان بچوں نے امام سے بھی درخواست کی کہ آپ بھی اس روٹی میں سے تناول فرمائیں آپ نے بچوں کی بات مان لی اور ان کی روٹی کے ٹکڑے میں سے تناول فرمایا اس کے بعد ان سب کو اپنے گھر لے کر آئے انہیں کھانا کھلایا اور نئے کپڑے پہنائے اس کے بعد آپ نے فرمایا یہ مجھ سے زیادہ سخی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنا سب کچھ بخش دیا تھا لیکن میں نے اپنے مال میں سے کچھ حصہ انہیں دیا ہے۔

۷) صبر

سید الشہدا کی ایک منفرد خاصیت دنیا کے مصائب اور گردش ایام پر صبر کرنا ہے، آپ نے صبر کی مٹھاس اپنے بچپن سے چکھی، اپنے جد اور مادر گرامی کی مصیبتیں برداشت کیں، اپنے پدر بزرگوار پر آنے والی سخت مصیبتوں کا مشاہدہ کیا، اپنے برادر بزرگوار کے دور میں صبر کا گھونٹ پیا، ان کے لشکر کے ذریعہ آپ کو رسوا و ذلیل اور آپ سے غداری کرتے دیکھا یہاں تک کہ آپ صلح کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن آپ اپنے برادر بزرگوار کے تمام آلام و مصائب میں شریک رہے، یہاں تک کہ معاویہ نے امام حسنؑ کو زہر ہلاہل دیدیا، آپ اپنے بھائی کا جنازہ اپنے جد کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے لے کر چلے تو بنی امیہ کے آلہ کاروں نے آپ کا راستہ روکا اور امام حسنؑ کے جنازہ کو ان کے جد کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیا۔ یہ آپ کے لیے سب سے بڑی مصیبت تھی۔

۷) شہادت

حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو عصر کے وقت کربلا میں ہوئی اور آپ کربلائے معلیٰ میں ہی دفن ہیں۔

(سعادت الدارین ص ۱۷۵)

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت

اہل بیت نبوی سے مربوط ہمارے حقیقی اسلام کی تاریخ میں بہت سی ایسی عظیم خواتین کا ذکر ملتا ہے کہ جنہوں نے اسلامی تاریخ کے صفحات پر اپنے سیرت و کردار کی بلندی اور کارناموں کی رفعتوں کوثبت کیا ہے، اھل بیت اطہار کی وہ خواتین جو زہد وتقوی ،قربانی وفدا کاری اورصبر وشجاعت میں اعلی ترین مراتب پر فائز ہیں ان میں نمایاں ترین نام دختر بتول حضرت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیھما السلام کا ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ کی ولادت باسعادت شعبان چھ ہجری کے ابتدائی دنوں میں ہوئی۔

حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے والد گرامی امیر المومنین اورسید الوصیین ہیں اورآپ کی والدہ ماجدہ سیدۃالنساءالعالمین اور بضعۃ الرسول ہیں آپ کوایسے عظیم والدین کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے کہ جن کی مثل پوری کائنات میں کوئی نہیں ہوسکتا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی

جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا اس دنیا میں تشریف لائیں تو حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا انھیں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس لے کر آئیں اوران سے فرمایا: آپ اس مولود کا نام رکھیں،توحضرت علی (ع) نے فرمایا: میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ

وسلم سے پہلے اس کا نام نہیں رکھ سکتا، اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا: میں اللہ تعالی سے پہلے اس مولود کا نام نہیں رکھ سکتا، پھر اس کے بعد حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور نبی کریم (ص) پر سلام بھیجنے کے بعد فرمایا: اس مولود کا نام زینب رکھو، اللہ نے اس مولود کے لیے یہی نام منتخب کیا ہے۔

پھر اس کے بعد جبرائیل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان مصائب کے بارے میں بتایا کہ جو حضرت زینب سلام اللہ علیھا پر ڈھائے جائیں گے، ان مصائب کو سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے گریہ کیا اور فرمایا: جو بھی اس بچی کے مصائب پر گریہ کرے گا اس کا اجر وہی ہے جو اس کے بھائی حسن (ع) اور حسین (ع) پر رونے کا ہے۔

کریم و سخی گھرانہ

جب حضرت زینب بڑی ہوئیں تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی شادی اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ کر دی اور اُن کا حق مہر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا کے حق مہر کی طرح چار سو اسی درہم قرار دیا، حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حق مہر کی رقم اپنے ذاتی مال سے جناب عبداللہ بن جعفر طیار کو ہبہ کی۔

جناب عبداللہ ان لوگوں میں شامل ہیں کہ جنہیں تاریخ سخاوت، اعلی نسب اور بلند ایمان کے حوالے سے جانتی ہے اور بہت زیادہ سخاوت کی وجہ سے لوگ آپ کو بحر الجود کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

جناب عبد اللہ وہ پہلے مسلمان ہیں کہ جو حبشہ میں پیدا ہوئے، حضرت جعفر طیار کی شہادت کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حجام کو بلایا اور جناب جعفر طیار کے بیٹوں کے بال ترشوائے اور فرمایا: محمد ہمارے چچا ابو طالب (ع) کی طرح ہے اور عبداللہ صورت و

سیرت میں میرے مشابہ ہے، پھر اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جناب عبد اللہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا: اے اللہ جعفر کے گھر والوں کی نگہبانی فرما اور عبد اللہ کے ہاتھ میں برکت ڈال۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ دعا تین مرتبہ دھرائی۔

اس کے بعد جناب اسماء آئیں اور اپنے شوہر جعفر کو یاد کرنے لگیں، تو اس وقت رسول خدا(ص) نے فرمایا: خدا تعالی تمہیں اس عائلہ کی دیکھ بھال پر اجر عطا کرے گا اور دنیا و آخرت میں ان سب کا ولی و سرپرست میں ہوں۔ (تاریخ ذہبی ج3 ص356)

حضرت زینب (ع) کی فضیلت

حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے ایسے پاک و طاہر گھر میں پرورش پائی کہ جس میں ذکرِ خدا اپنے عروج و معراج کی منزلوں کو چھوتا اور صالح اعمال اپنی ادائیگی کے حق کو پاتے، جس میں حضرت علی علیہ السلام کے علم و حکمت کی سرپرستی ہوتی، جہاں حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیھا کے لطف و کرم کا سایہ رہتا، جہاں جوانانِ جنت کے سرداروں کی ہر وقت مجلس نصیب ہوتی۔۔۔۔ ایسے عظیم گھر میں تربیت و پرورش پانے والی شخصیت کا حق یہی کہ وہ ہر کمال کے اعلی ترین مراتب پر فائز ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا میں وہ تمام اعلی صفاتِ کمال اور فضائل پائے جاتے تھے کہ جن کی نظیر کسی بھی خاتون میں ملنا ناممکن ہے، انہی فضائل و مناقب کی وجہ سے آپ کو صدیقۃ الصغری، عقیلہ بنی ہاشم، موثقہ، عارفہ، کاملہ، عابدہ آل علی اور بہت سے دوسرے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا عالمہ غیر معلمہ:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جناب زینب سلام اللہ علیھا سے فرماتے ہیں:

انت بحمد اللہ عالمۃ غیر معلمۃ و فاھمۃ غیر مفھمۃ

(سفینۃ البحار ج4 ص315)

ترجمہ: ''الحمد اللہ آپ ایسی عالمہ ہیں کہ جس کو کسی نے تعلیم نہیں دی اور ایسی فہم وفراست رکھتی ہیں کہ جسے آپ نے کسی سے نہیں سیکھا۔''

مذکور ہے: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی بیماری کے زمانہ میں حضرت زینب سلام اللہ علیھا ہی امام حسین علیہ السلام کی خاص نائب تھیں اور لوگ شریعت کے مسائل میں حضرت زینب سلام اللہ علیھا کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔

(کتاب کمال الدین/صفحہ 501 / باب45 / حدیث 27 / اور کتاب طبقات الکبری/ ج1 /ص368)

حضرت زینب (ع) کا حضرت امام حسین (ع) سے تعلق

حضرت زینب سلام اللہ علیھا کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بھائی ہونے کے حوالے سے تعلق اور امام وقت ہونے کے حوالے سے تعلق بہت سے نادر اور انمول پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ بھائی بہن کا جو عظیم تعلق امام حسین علیہ السلام اور حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے درمیان موجود تھا نہ تو ایسا تعلق تاریخ میں پہلے کسی بہن بھائی میں تھا اور نہ ہی قیامت تک کسی بہن بھائی میں ہوگا، اور ایسا کیوں نہ ہو دونوں نے ایک ہی آغوش میں پرورش پائی اور دونوں ایک ہی شجر کی دو شاخیں ہیں۔

روایت میں ہے حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے اس دنیا میں آنے کے بعد ایک دن حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیھا اپنے بابا رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس گئیں اور

ان سے فرمایا: اے میرے بابا! میں زینب (ع) میں ایک عجیب چیز کا ملاحظہ کرتی ہوں۔ تو رسول خدا (ص) نے فرمایا وہ کیا ہے؟ تو حضرت فاطمہ زہراء (ع) نے فرمایا: جب تک حسین (ع) گھر نہیں آ جاتا زینب روتی رہتی ہے اور جب حسین (ع) گھر میں آ جائے تو زینب (ع) اپنے بھائی حسین (ع) کی طرف رخ کر لیتی ہے اور دیر تک اپنے بھائی کو دیکھتی رہتی ہے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ بات سنی تو انہوں نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا: مجھے جبرائیل نے ان مصائب کے بارے میں بتایا ہے کہ جو حسین (ع) اور زینب (ع) پر ڈھائے جائیں گے۔

حضرت زینب کی اپنے چچا کے بیٹے عبداللہ بن جعفر طیار سے شادی کے بعد ایک دن امام حسین علیہ السلام کا دل اپنی بہن کو ملنے کے لیے بہت بے قرار ہوا، امام حسین علیہ السلام جب اپنی بہن کو ملنے کے لیے ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا اپنے گھر کے صحن میں سو رہی ہیں اور دھوپ ان پر پڑ رہی، جب امام حسین علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو وہ خود اپنی بہن کے پاس ان پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے، جب حضرت زینب سلام اللہ علیھا کی آنکھ کھلی تو اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا: اے میرے بھائی! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک کیا آپ خود مجھ پر سایہ کر کے کھڑے رہے۔۔۔ یہ واقعہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے ذہن میں نقش ہو گیا اور جب عاشور کا دن آیا اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو حضرت زینب سلام اللہ علیھا اپنے بھائی کے لاشہ کو دھوپ سے بچانے کے لیے۔۔۔

حضرت زینب سلام اللہ علیھا کی اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام سے محبت فقط بھائی ہونے کے ناطے نہ تھی بلکہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا کو امام حسین علیہ السلام کی حقیقی معرفت حاصل تھی حضرت زینب سلام اللہ علیھا جانتی تھیں کہ امام حسین (ع) اہل جنت کے جوانوں

کے سردار ہیں، امام حسین (ع) ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے اور آپ (ص) کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، حضرت زینب جانتی تھیں کہ آیت مباہلہ، آیت مودت، آیت تطہیر، سورہ (ھل اتی) اور بہت سی دوسری آیات اور سورتیں امام حسین (ع) کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

روایت میں ہے کہ ایک دن امام حسین علیہ السلام قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا تشریف لے آئیں، امام حسین (ع) نے جونہی اپنی بہن کو دیکھا تو ہاتھوں میں قرآن کو لیے ہوئے اپنی بہن کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔

اس روایت کو پڑھنے کے بعد اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا: جس عظیم ہستی کے احترام میں قرآن ناطق اور قرآن صامت دونوں ہی کھڑے ہو جائیں اس ہستی کا نام زینب بنت علی (ع) ہے۔

امام حسین علیہ السلام اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے درمیان موجود بھائی و بہن اور امام وقت و ماموم کے تعلق کی نظیر پوری کائنات میں نہیں مل سکتی اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اسلام کی حفاظت اور سر بلندی کے لیے جس طرح سے صبر و استقلال اور بہادری کا مظاہرہ کربلا اور اس کے بعد رونما ہونے والے ہولناک واقعات میں کیا وہ ہر مسلمان اور حریت پسند کے لیے اعلی ترین نمونہ عمل ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کربلا، کوفہ و شام اور مدینہ میں جن مصائب کا مکمل ثابت قدمی اور شجاعت سے سامنا کیا ان مصائب کا سامنا کرنے سے پہاڑ ریزوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور سمندر قطروں کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

ہمارا اسلام ہے اس عظیم زینب بنت علی پر کہ جو اسلام کی حفاظت و بقا کے لیے قربانیاں دینے سے ذرا برابر بھی نہ گھبرائی اور اپنے بھائی کا بے سر لاشہ ہاتھوں میں لے کر آسمان کی

طرف منہ کر کے فرماتی ہے اللھم تقبل مناھذا القربان اے اللہ ہماری اس قربانی کو قبول فرما۔

حضرت زینب (ع) کا زہد وتقوی اور علم وعبادت

حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے زہد وتقوی اور عبادت کے بارے میں تاریخ یوں بیان کرتی ہے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے کائنات کے مشکل ترین دنوں اور کربلا وشام جیسے مصائب میں بھی کبھی اپنی نماز تہجد کو بھی قضا نہیں کیا تھا۔ فاضل قائنی لکھتے ہیں: حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شام جاتے ہوئے میری پھوپھی زینب (ع) نے راستے کے تمام تر مصائب کے باوجود اپنی نماز تہجد تک قضا نہ کی، ایک دن میں نے دیکھا کہ میری پھوپھی بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہیں تو میں نے ان سے یوں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں بھوک اور کمزوری کی شدت کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہوں.....
اس کی وجہ یہ تھی کہ اسیران کربلا کو ظالم جو کھانا دیتے تھے وہ انتہائی کم ہوتا تھا جس کی وجہ سے بی بی اپنا کھانا بھی بچوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔

فاضل لکھتے ہیں: جب امام حسین علیہ السلام شہادت سے پہلے اپنی بہن کو آخری مرتبہ ملنے آئے تو انہوں نے حضرت زینب سلام اللہ علیھا سے فرمایا: میری بہن مجھے نماز شب میں نہ بھولنا۔

فاطمہ بنت حسین (ع) فرماتی ہیں: میری پھوپھی اس (دسویں محرم کی) رات محراب عبادت میں کھڑی عبادت کرتی رہیں اور اپنے پروردگار سے دعا میں مشغول رہیں اور ساری رات نہ تو ہمارے آنسو رکے اور نہ ہی ہماری سسکیاں رکیں۔

(کتاب زینب الکبری للنقدی ص 81)

حضرت زینب سلام اللہ علیہا مفسرہ ومحدثہ

روایات میں مذکور ہے کہ جب حضرت زینب سلام اللہ علیھا اپنے بابا کے ساتھ کوفہ میں رہتی تھیں تو اس وقت وہ اپنے گھر میں عورتوں کو قرآن کی تفسیر پڑھاتی تھیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیھا سے بہت سی احادیث اور روایات مروی ہیں کہ جو تاریخ و حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے پردہ کا یہ عالم تھا کہ یحییٰ مازنی کہتا ہے کہ میں مدینہ میں حضرت امیرالمومنین (ع) کے پڑوس میں رہتا تھا لیکن خدا کی قسم! نہ تو میں نے کبھی حضرت زینب (ع) کو دیکھا اور نہ ہی کبھی ان کی آواز سنی۔

جب حضرت زینب (ع) اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے جاتیں تو رات کے وقت زیارت کے لیے گھر سے نکلتیں اور ان کے دائیں طرف حضرت امام حسن (ع) ہوتے اور بائیں طرف حضرت امام حسین (ع) ہوتے اور ان کے آگے آگے حضرت امیرالمومنین (ع) خود چلتے اور جب وہ قبر کے قریب پہنچتے تو حضرت امیرالمومنین (ع) آگے بڑھ کر چراغ کو بجھا دیتے ایک دفعہ امام حسن (ع) نے اپنے بابا سے چراغ بجھانے کا سبب دریافت کیا تو امام (ع) نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ کسی کی نظر تمہاری بہن زینب پر پڑے۔

حضرت زینب (ع) کے مصائب

حضرت زینب سلام اللہ علیھا کو ایسے المناک اور پردرد مصائب کا سامنا کرنا پڑا کہ جس سے کم سن بچے کے بھی بال سفید ہو جاتے ہیں، ملکہ کائنات کی اس عظیم بیٹی نے اپنے تمام عزیزوں کو یکے بعد دیگرے شہید ہوتا ہوا دیکھا، رسول خدا (ص) کی شہادت کے بعد اپنی

والدہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی شہادت اوران پر ہونے والے مظالم کو دیکھا، پھر اپنے بابا حضرت امیر المومنین (ع) کے سر پہ لگنے والی ضربت اور شہادت کا دکھ برداشت کرنا پڑا اور اس کے کچھ عرصے بعد اپنے مسموم بھائی امام حسن (ع) کی شہادت اور ان کے جنازے پر لگنے والے تیروں کو دیکھا اور پھر کربلا کے میدان میں اہل بیت رسول (ص) پر ہونے والے کائنات کے سب سے بڑے مظالم کی گواہ بنیں اور رسول (ص) کی نواسی ہونے کے جرم میں قید و بند کی مصیبتوں کو برداشت کیا۔۔۔

لیکن ان تمام مصائب کے باوجود اپنے موقف پہ ایسے ثابت قدم رہیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہلتے ہیں تو ہل جائیں لیکن رسول کی نواسی کی ثابت قدمی میں ذرا برابر فرق نہ آیا، اپنی گفتار اور سیرت میں ایسی شجاعت اور دلیری سے کام لیا کہ لوگوں کو حضرت علی بن ابی طالب کی شجاعت یاد آ گئی، صبر، حلم اور دانائی میں اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی شبیہ بن کر تاریخ کے صفحات پر ظاہر ہوئیں۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے وقت کے سب سے بڑے آمروں اور فرعونوں کے سامنے یوں گفتگو کی کہ آج بھی لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اپنے تمام عزیزوں کی شہادت اور اتنی زیادہ مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد بھی ایک خاتون کس طرح سے ایسے عظیم خطبے دے سکتی ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنی قوتِ گفتار کے ذریعے کوفہ و شام میں ہر بولنے والے کو خاموش کروا دیا اور اپنے خطبوں کے ذریعے امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت اور اہل بیت رسول (ص) کی عظمت کو دنیا تک پہنچایا اور یزید اور اس کی طرح کے موجودہ اور سابقہ ظالم حکمرانوں کی منافقت اور اسلام دشمنی کا پول دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ یہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے کوفہ و شام میں دیے گئے خطبے ہی تھے کہ جنہوں نے یزیدی

حکومت کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا اور یزید ملعون جیسا دشمن اسیران کربلا کو واپس مدینہ بھیجنے پر مجبور ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام کی المناک شہادت کے بعد حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی آنکھوں سے نہ تو کبھی آنسوؤں کا بہنار کا اور نہ ہی ان کے گریہ میں کوئی کمی آئی اور نہ کربلا اور کوفہ وشام میں لگنے والے دل کے زخم محو ہوئے۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے مدینہ سے شام کا سفر کیا تو راستے میں اس درخت کے پاس سے گزریں کہ جس پر ظالموں نے اسیران کربلا کا قافلہ لاتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس لٹکایا تھا اس درخت کا دیکھنا تھا کہ وہ تمام مصائب پھر سے آنکھوں کے سامنے آ گئے کہ جن کو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دیکھا تھا اور کربلا کے دیے ہوئے تمام زخم دوبارہ ہرے ہو گئے اور دمشق کے قریب 15 رجب 66 ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

❁---❁---❁---❁---❁

حضرت ابوالفضل العباس ابن علی علیہ السلام

ایمان، شجاعت اور وفا کی بلندیوں پر جب نگاہ کرتے ہیں تو وہاں ایک شخص نظر آتا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی جو فضل و کمال میں، قوت اور جلالت میں اپنی مثال آپ ہے۔ جو اخلاص، استحکام، ثابت قدمی اور استقلال میں نمونہ ہے اور ہر اچھی صفت جو انسان کی بزرگی کو عروج عطا کرتی ہے اس شخص میں دکھائی دیتی ہے۔ وہ ایک لشکر کا علمبردار نہیں بلکہ مکتب شہادت کا سپہ سالار ہے جس نے تمام دنیا کی نسل جوان کو درس اطاعت، وفاداری، جانثاری اور فداکاری دیا ہے۔ اور وہ حیدر کرار کا لخت جگر عباسؑ ہے۔

اگرچہ اس کی فداکاری، جانثاری اور وفاداری کو چودہ سو سال گذر چکے ہیں لیکن تاریخ عباسؑ بن علی (ع) کے خلعت کمالات کو میلا نہیں کر پائی۔ آج عباسؑ کا نام عباسؑ نہیں وفا ہے، ایثار ہے اطاعت ہے تسلیم ہے۔

عاشوا رو ہ باعظمت دن ہے جس میں انسانیت کے گرویدہ انسانوں نے اپنے قوی اور مستحکم ارادوں کو دنیا والوں کے سامنے پیش کیا۔ تاریخ، کربلا والوں کی فداکاری پر ناز کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ زمانے والے ان کے کردار سے انقلابات برپا کرتے ہیں۔ کربلا ایسی دانشگاہ ہے جس کے فارغ التحصیلان ایمان، اخلاص، مجاہدت، فداکاری اور وفاداری جیسے مضامین میں عملی طور پر معراج کی منزل پر فائز ہیں اور عباسؑ اس دانشگاہ کے جانے پہچانے استاد ہیں۔

آج بھی یہ یونیورسٹی کھلی ہوئی ہے اور طلاب قبول کر رہی ہے جس کا ایک سبجکٹ وفا اور علمبرداری ہے جس کے استاد حضرت عباسؑ ہیں۔ کہ جو اپنے بریدہ ہاتھوں سے انسان کو وفا

سے عشق و محبت کا درس دیتے ہیں۔

ہم ایمان اور یقین کے چشمہ زلال تک پہنچنے کے لیے راہنمائی کے محتاج ہیں۔ ہماری روح تشنہ ہدایت ہے ہمارے دل مشتاق کمال ہیں۔ اولیاء الٰہی منتظر ہیں کہ ہم ان کی طرف رجوع کریں اور اس چشمہ ہدایت کے آب زلال سے اپنی روح کو سیراب کریں۔

حضرت عباسؑ بھی ان اولیاء الٰہی میں سے ایک ہیں جو ہر سالک الی اللہ کے لیے مشعل فروزاں ہیں اور ہر تشنہ ہدایت کے لیے ہادی برحق ہیں وہ نہ صرف شجاعت اور جنگ کے میدان میں نمونہ اور سر مشق ہیں۔ بلکہ ایمان اور اطاعت حق کی منزل میں، عبادت اور شب زندہ داری کے میدان میں اور علم اور معرفت کے مقام پر بھی انسان کامل ہیں۔

ذیل میں حضرت عباسؑ کی زندگی کا ایک گوشہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ان کے چاہنے والے اپنی زندگی کو کسی حد تک ان کی زندگی کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کریں اور انہیں راہ حق پر چلنے کے لیے نمونہ عمل قرار دیں۔

ولادت حضرت عباس علیہ السلام

کئی سال حضرت زہراء (س) کی شہادت کو گزر چکے تھے۔ حضرت علی (ع) نے فاطمہ (س) دختر پیغمبر (ص) کی شہادت کے بعد دس سال تک کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی اور ہمیشہ ان کے فراق میں مغموم تھے۔

خاندان پیغمبرؐ کے لیے حیرت انگیز مقام تھا اس لیے کہ اس خاندان کے بزرگ بغیر زوجہ کے زندگی بسر کر رہے تھے۔ بالآخر ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے جناب عقیل کو بلایا کہ جو نسب شناسی میں ماہر تھے اور قبیلوں کی اخلاقی خصوصیات اور ان کے مختلف خصائل سے آشنا تھے۔ اور ان سے کہا: ہمارے لیے ایسے خاندان کی خاتون تلاش کرو جو شجاعت اور دلیری میں

بے مثال ہوتا کہ اس خاتون سے ایک بہادر اور شجاع فرزند پیدا ہو۔

کچھ عرصہ کے بعد جناب عقیل نے قبیلہ بنی کلاب کی ایک خاتون کی امیر المومنین (ع) کو پہچان کروائی کہ جس کا نام بھی فاطمہ تھا جس کے آباؤ واجداد عرب کے شجاع اور بہادر لوگ تھے۔ ماں کی طرف سے بھی عظمت ونجابت کی حامل تھی۔ اسے فاطمہ کلابیہ کہا جاتا تھا۔ اور بعد میں ام البنین کے نام سے شہرت پا گئی۔

جناب عقیل رشتہ کے لیے اس کے باپ کے پاس گئے اس نے بڑے ہی فخر سے اس رشتہ کو قبول کیا اور مثبت جواب دیا۔ حضرت علی (ع) نے اس خاتون کے ساتھ شادی کی۔ فاطمہ کلابیہ نہایت ہی نجیب اور پاکدامن خاتون تھیں۔ شادی کے بعد جب امیر المومنین (ع) کے گھر میں آئیں امام حسن اور حسین (ع) بیمار تھے۔ اس نے ان کی خدمت اور دیکھ بال کرنا شروع کر دیا۔

کہتے ہیں کہ جب انہیں فاطمہ کے نام سے بلایا جاتا تھا تو کہتی تھیں: مجھے فاطمہ کے نام سے نہ پکارو کبھی تمہارے لیے تمہاری ماں فاطمہ کا غم تازہ نہ ہو جائے۔ میں تمہاری خادمہ ہوں۔

امام علی (ع) کی اس شادی کے بعد اسے اللہ نے چار بیٹوں سے نوازا: عباسؑ، عبداللہ، جعفر اور عثمان۔ جو چاروں کے چاروں بعد میں کربلا میں شہید ہو گئے۔ عباسؑ کہ جن کی خوبیوں اور فضیلتوں کے بارے میں یہاں پر گفتگو کرنا مقصود ہے اس شادی کا پہلا ثمرہ اور جناب ام البنین کے پہلے بیٹے ہیں۔

فاطمہ کلابیہ خاندان پیغمبر میں قدم رکھنے کے بعد بافضیلت اور باکرامت خاتون بن گئی۔ اور خاندان پیغمبر کے لیے نہایت درجہ احترام کی قائل تھی۔ اس نے گھرانۂ وحی میں قدم رکھتے ہی یہ پہچان لیا کہ اجر رسالت مودت اہلبیت ہے۔ اس نے حسنین اور زینب وکلثوم کے لیے

حقیقی ماں کا فریضہ ادا کیا۔ اور اپنے آپ کو ہمیشہ ان کی خادمہ قرار دیا۔ امیر المومنین کی نسبت اس کی وفا بھی حد درجہ کی تھی۔ امام علی (ع) کی شہادت کے بعد امام کے احترام میں اور اپنی حرمت کو باقی رکھنے کی خاطر اس نے دوسری شادی بھی نہیں کی۔ اگر چہ ایک دیر تک (تقریبا بیس سال) ان کے بعد زندہ رہیں۔

ام البنین کے ایمان اور فرزندان رسول کی نسبت محبت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ انہیں اپنی اولاد پر ترجیح دی جب واقعہ کربلا درپیش آیا تو اپنے بیٹوں کو امام حسین (ع) پر قربان ہونے خاص تاکید کی اور ہمیشہ جو لوگ کربلا اور کوفہ سے خبریں لے کر آرہے تھے ان سے سب سے پہلے امام حسین (ع) کے بارے میں سوال کرتی تھیں۔

عباسؑ بن علی (ع) ایسی ماں کا بیٹا تھا۔ اور علی (ع) جیسے باپ کا فرزند تھا۔ اور دست قدرت نے بھی اس کی سرنوشت میں وفا، ایمان، اور شہامت وشجاعت کو لکھ دیا تھا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۴ شعبان سن ۲۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ عباسؑ کی ولادت نے خانہ علی (ع) کو نور امید سے روشن کردیا۔ اس لیے کہ امیر المومنین (ع) دیکھ رہے تھے کہ کربلا پیش آنے والی ہے یہ بیٹا حسین کا علمبردار ہوگا۔ اور علی (ع) کا عباسؑ فاطمہ زہرا (س) کے حسین (ع) پر قربان ہوگا۔

جب جناب عباسؑ نے دنیا میں قدم رکھا علی (ع) نے اس کے کانوں میں اذان و اقامت کہی۔ خدا اور رسول کا نام اس کے کانوں میں لے کر اس کی زندگی کا رشتہ توحید، رسالت اور دین کے ساتھ جوڑ دیا۔ اور اس کا نام عباسؑ رکھ دیا۔۔

امیر المومنین (ع) کبھی کبھی جناب عباسؑ کو اپنی گود میں بٹھاتے تھے اور ان کی آستین کو پیچھے الٹ کر بوسہ دیتے تھے۔ اور آنسو بہاتے تھے۔ ایک دن انکی ماں ام البنین اس ماجرا کو دیکھ رہی تھی، حضرت علی (ع) نے فرمایا: یہ ہاتھ اپنے بھائی حسین (ع) کی مدد اور نصرت

میں کاٹے جائیں گے میں اس دن کے لیے رو رہا ہوں۔

جناب عباسؑ کی ولادت سے خانۂ علی (ع) خوشی اور غمی سے مملو ہو گیا۔ خوشی اس اعتبار سے کہ عباسؑ جیسا بیٹا گھر میں آیا ہے۔ اور غم واندوہ اس فرزند کے آیندہ کے لیے کہ کربلا میں اس پر کیا گزرے گی۔

ذاتی استعداد و تربیت

جناب عباسؑ نے علی (ع) کے گھر میں حسنین (ع) کے ساتھ تربیت حاصل کی اور عترت رسول سے درس انسانیت، شہامت، صداقت اور اخلاق کو حاصل کیا۔

امام علی (ع) کی اس خصوصی تربیت نے اس نوجوان کی روحی اور روانی شخصیت پر گہرا اثر چھوڑا جناب عباسؑ کا وہ عظیم فہم وادراک اسی تربیت کا نتیجہ تھا۔

ایک دن امیر المومنین (ع) عباسؑ کو اپنے پاس بٹھائے ہوئے تھے حضرت زینب (س) بھی موجود تھیں امام نے اس بچے سے کہا: کہو ایک۔ عباسؑ نے کہا: ایک، فرمایا: کہو دو۔ عباسؑ نے دو کہنے سے منع کر دیا۔ اور کہا مجھے شرم آتی ہے جس زبان سے خدا کو ایک کہا اسی زبان سے دو کہوں۔ امام، عباسؑ کی اس زیرکی اور ذہانت سے خوش ہوئے اور پیشانی کو چوم لیا۔

آپ کی ذاتی استعداد اور خاندانی تربیت اس بات کا باعث بنی کہ جسمی رشد و نمو کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور معنوی رشد و نمو بھی کمال کی طرف بڑھی۔ جناب عباسؑ نہ صرف قد و قامت میں ممتاز اور منفرد تھے بلکہ خردمندی، دانائی اور انسانی کمالات میں بھی منفرد تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کس دن کے لیے پیدا ہوئے ہیں تاکہ اس دن حجت خدا کی نصرت میں جانثاری کریں۔ وہ عاشورا ہی کے لیے پیدا ہوئے تھے۔

غیر معصوم افراد میں حضرت عباسؑ جتنی مشہور ہستی کا ملنا ناممکن ہے۔انکا رتبہ آئمہؑ سے کم اور عام افراد سے بڑھ کر ہے۔ چونکہ امامت اور عصمت، خدا کی جانب سے منصوص ہے اور آئمہ اہل بیتؑ کے لیے مختص ہے اسی لیے آپ کا مقام آئمہؑ سے کم ہے۔ یہ عظیم مقام آپ کے لیے آئمہؑ نے بیان فرمایا ہے۔آپ نے جن کمالات اور اخلاقی فضائل کی بنا پر یہ مقام حاصل کیا ہے ہم سب کے لیے نمونہ عمل ہے اور ہر غیر معصوم اس پر عمل کر کے آئمہؑ کے سامنے سرخرو ہوسکتا ہے اور رضایت خداوند متعال حاصل کرسکتا ہے۔البتہ اس مقام کا حصول اتنا آسان نہیں ہے۔

جناب عباس علیہ السلام کی نمایاں خصوصیات

جب سے عباسؑ نے دنیا میں آنکھیں کھولیں امیر المومنین (ع) اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو اپنے اطراف دیکھا اور ان کی مہر و محبت کے سائے میں پروان چڑھے اور امامت کے چشمہ علم و معرفت سے سیراب ہوتے رہے۔

۱) شجاعت

چودہ سال زندگی کے جناب امیر کے ساتھ گزارے ۔ جب علی (ع) جنگوں میں مصروف تھے تو کہتے ہیں کہ عباسؑ بھی ان کے ساتھ جنگوں میں شریک تھے حالانکہ بارہ سال کے نوجوان تھے۔نوجوانی کے زمانے سے ہی حضرت امیر (ع) نے انہیں شجاعت اور بہادری کے گر سکھا رکھے تھے۔جنگوں میں حضرت علی (ع) انہیں جنگ کی اجازت نہیں دیتے تھے انہیں کربلا کے لیے ذخیرہ کر رکھا تھا۔

تاریخ نے اس نوجوان کے بعض کرشمے جنگ صفین میں ثبت کئے ہیں کہ جب آپ بارہ سال کے تھے۔

عباسؑ شجاعت کے دو سمندروں کے آپس میں ٹکراؤں کا نام ہے عباسؑ وہ ذات ہے جسے باپ کی طرف سے بنی ہاشم کی شجاعت ملی اور ماں کی طرف سے بنی کلاب کی شجاعت ملی۔

صفین کی جنگ کے دوران، ایک نوجوان امیر المومنین (ع) کے لشکر سے میدان میں نکلا کہ جس نے چہرے پر نقاب ڈال رکھی تھی جس کی ہیبت اور جلوہ سے دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور دور سے جا کر تماشا دیکھنے لگے۔ معاویہ کو غصہ آیا اس نے اپنی فوج کے شجاع ترین آدمی (ابن شعثاء) کو میدان میں جانے کا حکم دیا کہ جو ہزاروں آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا: اے امیر لوگ مجھے دس ہزار آدمی کے برابر سمجھتے ہیں آپ کیسے حکم دے رہے ہیں کہ میں اس نوجوان کے ساتھ مقابلہ کرنے جاؤں؟ معاویہ نے کہا: پس کیا کروں؟ شعثاء نے کہا میرے سات بیٹے ہیں ان میں سے ایک کو بھیجتا ہوں تا کہ اس کا کام تمام کر دے۔ معاویہ نے کہا: بھیج دو۔ اس نے ایک کو بھیجا۔ اس نوجوان نے پہلے وار میں اسے واصل جہنم کر دیا۔ دوسرے کو بھیجا وہ بھی قتل ہو گیا تیسرے کو بھیجا چھوتے کو یہاں تک کہ ساتوں بیٹے اس نوجوان کے ہاتھوں واصل جہنم ہو گئے۔

معاویہ کی فوج میں زلزلہ آ گیا۔ آخر کار خود ابن شعثاء میدان میں آیا یہ رجز پڑھتا ہوا: اے جوان تو نے میرے تمام بیٹوں کو قتل کیا ہے خدا کی قسم تمہارے ماں باپ کو تمہاری عزا میں بٹھاؤں گا۔ اس نے تیزی سے حملہ کیا تلواریں بجلی کی طرح چمکنے لگیں آخر کار اس نوجوان نے ایک کاری ضربت سے ابن شعثاء کو بھی زمین بوس کر دیا۔ سب کے سب مبہوت رہ گئے امیر المومنین (ع) نے اسے واپس بلا لیا نقاب کو ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا۔ ہاں یہ نوجوان کون تھا یہ قمر بنی ہاشم، یہ بارہ سال کا عباسؑ یہ شیر خدا کا شیر تھا۔

نیز تاریخ میں لکھا ہے کہ جنگ صفین میں معاویہ کی فوج نے پانی پر قبضہ کر رکھا تھا جب امیر المومنین (ع) کی فوج کو پیاس لاحق ہوئی تو آپ نے امام حسین (ع) کی قیادت میں کچھ

افراد کو پانی کے لیے بھیجا اور حضرت عباسؑ امام حسینؑ کے دائیں طرف تھے۔ جنہوں نے پانی کو باقی لشکر والوں کے لیے فراہم کیا۔

آپ مدینہ میں ہی قبیلہ بنی ہاشم میں رہتے تھے۔ اور ہمیشہ امام حسین (ع) کے شانہ بہ شانہ رہے۔ جوانی کو امام کی خدمت میں گذار دیا۔ بنی ہاشم کے درمیان آپ کا خاص رعب اور دبدبہ تھا۔ جناب عباسؑ بنی ہاشم کے تیس جوانوں کا حلقہ بنا کر ہمیشہ ان کے ساتھ چلتے تھے۔ جو ہمیشہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے ساتھ ساتھ رہتے اور ہر وقت ان کا دفاع کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اور اس رات بھی جب ولید نے معاویہ کی مرگ کے بعد یزید کی بیعت کے لیے امام کو دار الخلافہ میں بلایا تیس جوان جناب عباسؑ کی حکمرانی میں امام کے ساتھ دار الخلافہ تک جاتے ہیں اور امام کے حکم کے مطابق اس کے باہر امام کے حکم جہاد کا انتظار کرتے ہیں۔ تا کہ اگر ضرورت پڑے تو فوراً امام کا دفاع کرنے کو حاضر ہو جائیں۔ اور وہ لوگ جو مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا گئے وہ بھی جناب عباسؑ کی حکمرانی میں حرکت کر رہے تھے۔

ایک دن امام سجاد (ع) کی نگاہ عبید اللہ بن عباسؑ پر پڑتی ہے انکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور اپنے چچا عباسؑ کو یاد کر کے فرماتے ہیں:

رسول خدا (ص) کے لیے روز احد سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں تھا۔ اس دن آپ کے چچا حضرت حمزہ کو کہ جو آپ کے شیر دلاور تھے شہید کر دیا گیا۔ بابا حسین کے لیے بھی کربلا سے زیادہ سخت دن نہیں تھا اس لیے اس دن عباسؑ کو کہ حسین کا شیر دلاور تھا شہید کر دیا گیا۔

۲) وفاداری

اسلامی نکتہ نگاہ سے وفا ایمان کی نشانی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تاکید کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

"جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسکو چاہئے کہ جب بھی کوئی وعدہ کرے تو اسکو وفا کرے۔" (الکافی، ج ۲،ص ۳۶۴)

سب سے زیادہ واضح صفت جو کربلا کے جوانوں میں نظر آتی ہے وہ انکی اپنے زمانے کے امام سے وفا ہے۔ سخت ترین حالات میں بھی انہوں نے اپنے امام کا ساتھ جو پیمان باندھا تھا اس پر ڈٹے رہے۔

نو محرم کو عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے حضرت عباسؑ علیہ السلام اور انکے بھائیوں کیلئے امان نامہ بھیجا گیا تو آپ (ع) نے شمر کو اس کے جواب میں فرمایا:

"ہمیں نہ تمھارے امان کی پہلے ضرورت تھی اور نہ اب ہے۔ ہمارے لئے اللہ کا امان کافی ہے۔ خداوند تجھ پر اور جس کی طرف سے ہمارے لئے امان لے کر آیا ہے لعنت کرے۔ تو مجھ کو امان دے رہا ہے لیکن رسول خداؐ کے فرزند پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ ہم ہرگز ایسے کام کیلئے تیار نہیں ہیں۔" (منتخب التواریخ،ص 258)

شب عاشورا کو جب امام حسین علیہ السلام نے چراغ بجھایا اور سب پر سے اپنی بیعت کو اٹھایا تو سب سے پہلے جس جوان نے گفتگو شروع کی وہ عباسؑ بن علیؑ تھے۔ انھوں نے امام حسین علیہ السلام کو خطاب کیا اور کہا؛ ہم کیوں ایسا کریں؟ کیا اس کام کو آپ کے بعد چند دن اور زندہ رہنے کیلئے انجام دیں؟ اللہ ہم کو ایسا دن ہرگز نہ دکھائے۔

(بحار الانوار۔ ج 44،ص 393)

۳) ادب

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت عباسؑ علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کی اجازت کے بغیر نہیں بیٹھتے تھے۔ اور جب انکے سامنے بیٹھتے تھے تو دو زانو ہو کر غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے۔ (معالی السبطین، ج1، ص443)

یہ بھی نقل ہوا ہے کہ آپ نے تمام عمر اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو ''بھائی'' کہہ کر خطاب نہیں کیا، اور انکو زیادہ تر

''میرے آقا، یا ابن الرسول اللہ۔۔۔'' کہہ کر خطاب کرتے تھے اور صرف زندگی میں ایک دفعہ امام علیہ السلام کو ''بھائی'' کہہ کر مخاطب کیا وہ بھی جب زخموں سے چور ہو چکے تھے اور آخری بار انکو پکار رہے تھے۔

۴) ایثار و فدا کاری

ایثار احسان کا مصداق ہے جو بخشش کے ساتھ ہے۔ انسان ایسی چیز کو بخش دے جو خود اسے ضرورت ہو لیکن وہ اپنی ضرورت پر دوسرے کو مقدم جانے۔ امام زین العابدینؑ نے اپنے چچا جناب عباسؑ کے بارے میں فرمایا: خدا رحمت کرے چچا عباسؑ کو کہ جنہوں نے اپنے بھائی کی راہ میں ایثار اور فدا کاری کی۔ اور اپنی جان کو بھی دے دیا۔ اس طریقہ سے جانثاری کی کہ اپنے دونوں بازوں قلم کروا دیے۔ خداوند عالم نے انہیں بھی جعفر بن ابی طالب کی طرح دو پر دیئے ہیں کہ جن کے ذریعے جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں عباسؑ کا خدا وند عالم کے ہاں ایسا عظیم مقام ہے جس پر تمام شہید روز قیامت رشک کریں گے۔

اور امام صادق (ع) نے جناب عباسؑ کے بارے میں فرمایا:

ان عمُّنا العباس علیہ السلام نافذ البصیره صُلب الایمانِ، جاهد مع

ابی عبداللہ(ع) وابلی بلاءاً حسناً ومضی شهیداً،

ہمارے چچا عباسؑ بانفوذ بصیرت اور مستحکم ایمان کے مالک تھے امام حسین کے ساتھ رہ کر راہ خدا میں جہاد کیا اور بہترین امتحان دیا اور مقام شہادت پر فائز ہو گئے۔

۵) ولایت پذیری

یہ آپ کی اصلی ترین خصوصیت ہے جو کہ ولی امر اور امام کی ولایت قبول کرنا اور اطاعت محض ہے۔ آپ قرآن مجید اور سنت نبویؐ کے مطابق ولی اللہ کے مکمل مطیع تھے۔ ہر گز امام کے حکم کے برخلاف کبھی کوئی قدم نہ اٹھایا۔

حضرت امام صادق حضرت عباس (ع) کو اس طرح خطاب کر کے سلام بھیجتے ہیں:

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الْمُطِيعُ لِلّٰهِ وَ لِرَسُولِهِ وَ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ سَلَّم

امام کے اس بیان سے حضرت ابوالفضل العباس (ع) کی بلندی کمال کو درک کیا جا سکتا ہے، اس طرح کہ جسے معصوم امام عبد صالح، مطیع امر خدا اور مطیع امر رسول کہیں اس کے کمال کا کیا کہنا ہوگا۔ امام نے اپنے ان جملات میں یہ بھی واضح کر دیا کہ مطیع خدا اور مطیع رسول وہی ہو سکتا ہے جو مطیع امام معصوم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے امام کا مطیع بھی ہو اور ان کے سامنے اپنی ہستی اور وجود کو کچھ نہ سمجھتا ہو۔ اگر ضرورت کا تقاضا ہو تو امام وقت کے سامنے اور مقابلہ میں آنے کی بجائے اپنی ذات کو ان پر قربان کر دے۔ جسے امام صادق مطیع امیر المومنین، مطیع امام حسن اور مطیع امام حسین کہے، اسے انسانیت کی تاریخ میں عباس (ع) ابن علی کہتے ہیں۔

۶) اخلاص

ایک اہم فضیلت اخلاص تھی۔آپ نے خدااور رسول اور آئمہؑ کے لیے خود کو خالص کر لیا تھا اور اپنا پورا وجود اخلاص کے مطابق راہ ولایت میں قربان کر دیا۔

۷) بصیرت و محکم ایمان

امام صادق علیہ السلام نے اس فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا۔بصیرت کا مطلب یہ ہے کہ حق و باطل کو فتنہ کے دوران تشخیص دینا اور صحیح راستے کا انتخاب اور مکمل عزم کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونا۔ یہ صفت حضرت عباسؑ میں جلوہ گر تھی۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

امام صادق (ع) نے جناب عباسؑ کے بارے میں فرمای:

»کان عمُّنا العباس علیہ السلام نافذ البصیرہ صُلب الایمانِ، جاھد مع ابی عبداللہ(ع) و ابلی بلاءاً حسناً و مضی شھیداً؛

ہمارے چچا عباسؑ بانفوذ بصیرت اور مستحکم ایمان کے مالک تھے امام حسین کے ساتھ رہ کر راہ خدا میں جہاد کیا اور بہترین امتحان دیا اور مقام شہادت پر فائز ہو گئے۔

(اعیان الشیعہ ،سید محسن امین، ج ۷، ص ۴۳۰)

اس فضیلت کی جانب امام صادق علیہ السلام نے اپنے فرمان میں اشارہ فرمایا ہے کہ آپ محکم ایمان کے حامل تھے۔

۸) علمی و عملی جہاد

امام صادق علیہ السلام کے فرمان میں جناب عباسؑ کی یہ خصوصیت بھی بیان ہوئی ہے:

جاهد مع ابی عبدالله(ع)....

ایک اہم صفت راہ خدا میں جہاد کرنا ہے آپ نے امام وقت کے ہمراہ علمی جہاد کیا تا کہ دوسروں کے سامنے حقائق واضح کرسکیں۔اسی لیے حقیقت کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں تا کہ دوستوں کے دلوں سے شبہ اور تردید کو دور کرسکیں اور میدان عمل میں اپنا جان و مال قربان کردیا۔

حضرت عباسؑ نے اپنے والد امیرالمومنین علیہ السلام باب مدینۃ العلم کے زیرسایہ تربیت پائی۔شیخ عبداللہ مامقانی اپنی کتاب تنقیح المقال میں حضرت عباسؑ کے علمی و معنوی مقام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ اولاد آئمہؑ میں سے فقیہ، دانشور، عادل ترین شخصیت ،قابل اعتماد، باتقوا اور پاک و پاکیزہ تھے۔

۹) اخوت و برادری

آپ امام حسینؑ کے خونی اور نسبی بھائی تھے، ایمانی بھائی بھی تھے، امام حسینؑ آپ کو اس طرح بلاتے کہ ہر انسان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ ایسا بھائی کہلائے۔امام حسینؑ آپ کو اس طرح مخاطب فرماتے تھے: بھائی، میں آپ پر قربان!

امام زمانؑ زیارت ناحیہ میں حضرت عباسؑ کو اس طرح مورد خطاب قرار دیتے ہیں:

اَلسّلامُ عَلی اَبِی الفَضلِ العباس علیہ السلام بن اَمِیرِالمُؤمِنینَ، اَلمُواسِی اَخاهُ بَنَفسِهِ، اَلاَخِذُ لِغَدِهِ مِن اَمسِهِ، اَلفادِی لَهُ، الواقِیُ السّاعِیُ اِلَیهِ بِمائهِ اَلمَقطوعَهُ یَداهُ

سلام ہو ابوالفضل العباسؑ بن امیر المومنینؑ پر جنہوں نے اپنی جان اپنے بھائی پر نثار کردی، دنیا کو اپنی آخرت کے لیے وسیلہ قرار دیا، اپنے بھائی پر قربان ہوئے، محافظ تھے اور انتہائی کوشش کی کہ امام حسینؑ تک پانی پہنچ جائے، آپ کے دونوں ہاتھ قطع کردیئے گئے۔ (بحار، ج ۴۵، ص ٦٦)

۱۰) بہترین امتحان

بہترین امتحان میں مبتلا ہونا ایک اہم فضیلت ہے۔ یعنی آپ خدا کے امتحان سے سربلند ہوکر نکلے یعنی امتحان میں شکست نہیں کھائی۔ بہترین امتحان، کربلا کا میدان تھا اگرچہ انتہائی سخت تھا لیکن خون کے آخری قطرے تک ولایت کا دفاع کیا اور جتنی بھی مصیبتیں آئیں سینہ پھیلا کر ان کا سامنا کیا اور امان نامہ قبول نہ کیا اور اجازت نہ دی کہ کسی بھی وجہ سے الٰہی امتحان میں ناکام ہوں۔

امام صادق (ع) فرماتے ہیں:

وابلٰی بلاءً حسناً۔۔۔ ''اور بہترین امتحان دیا۔''

شہادت

امام صادق (ع) نے آپ کے بارے میں فرمایا:

بلاءً حسناً ومضی شهیداً

'' بہترین امتحان دیا اور مقام شہادت پر فائز ہوگئے۔''

اہم ترین فضیلت شہادت ہے، یہ فضیلت ہر کسی کو نہیں ملتی اور خود معصوم امام کی گواہی سے یہ مقام فضیلت حضرت عباسؑ کے لیے ثابت ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

رحم الله عمی العباس علیہ السلام... إِنَّ للعبّاس عندَالله مَنزِلَةً يَغبِطُهُ بِها جَمِيعُ الشُهداء يومَ القِيامَة

''خداوند ہمارے چچا عباسؑ پر رحمت کرے آپ کا خدا کی بارگاہ میں ایسا بلند مرتبہ ہے جسے دیکھ کر روز قیامت تمام شہید رشک کھائیں گے۔'' (امالی صدوق ۳۷۴)

❁---❁---❁---❁---❁